# کشمیری زبان پر اُردو کے اثرات

ڈاکٹر سید علی رضا، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ کشمیریات، اورینٹل کالج پنجاب یونیورسٹی، لاہور

**Abstract**

In this article it is discussed and infarmedn that Urdu became an official language of Kashmri in 1956, so it put deep effects on its geographical, political and commercial aspects.

کشمیری زبان دردی خاندان سے تعلق رکھتی ہے جب کہ اُردو ایک جدید ہند آریائی زبان ہے جو کہ ریاست جموں و کشمیر کی سرکاری زبان بھی ہے۔ پہلی مرتبہ مہاراجہ پرتاب سنگھ کے عہد میں مہاراجہ کی معزولی اور دوبارہ حکومت ملنے کے بعد اُردو کو یہاں کی سرکاری زبان بنایا گیا تھا۔ نذیر آزاد کے مطابق:

> ''۱۹۴۷ء کے بعد ملک کی آزادی کے ساتھ ساتھ جب شعر و ادب کی ترقی کے لیے اجتماعی شعور پیدا ہوا تو ریاست میں اُردو کی ترقی کا ایک زریں دور شروع ہوا۔ یہاں تک کہ ۱۹۵۶ء میں ریاستی آئین کے دفعہ ۱۴۵ کے تحت جموں و کشمیر قانون ساز اسمبلی نے اُردو کو باضابطہ طور پر سرکاری زبان کا درجہ دیا۔''[۱]

موسم کے لحاظ سے کشمیر ایک سرد علاقہ ہے یہاں پر سال کے صرف چھ مہینے کاشتکاری ہوتی ہے۔ طویل عرصے سے کشمیر کے لوگ موسم سرما میں مزدوری کی غرض سے پنجاب کے اضلاع امرتسر، چندی گڑھ اور گورداسپور کے علاوہ دہلی، لاہور اور ملتان جاتے تھے۔ اس لیے ترسیلی عمل کے لیے کشمیریوں کا ان علاقوں کی زبان سے واقفیت ضروری تھی۔ ان علاقوں میں مغربی اپ بھرنش کا زبردست زور تھا اس لیے اُردو اور پنجابی الفاظ سے کشمیریوں کی اکثریت واقف ہوگئی۔ اسی طرح کشمیر دستکاریوں کے لیے دُنیا بھر میں مشہور ہے۔ دستکاریوں کی فروخت کے سلسلے میں کشمیری ہندوستان کے چھوٹے بڑے شہروں مثلاً کلکتہ، بمبئی، دہلی، آگرہ، لاہور وغیرہ میں پھیری لگاتے یا پھر انہی شہروں کے بیوپاری کشمیر میں نظر آتے تھے ظاہر ہے کہ یہ پھیری والے دستکار باہر کے لوگوں کے ساتھ اپنی مادری زبان میں بات کرنے کی بجائے ہندی اور پنجابی ہی کا سہارا لیتے تھے۔ وہ دوبارہ لکھتے ہیں:

> ''دستکاریوں کے علاوہ کشمیر کے میوہ جات مثلاً سیب، بادام، زعفران، ناشپاتی اور جڑی بوٹیاں یہاں کی معیشت کا ایک اہم جزو ہیں جو کہ برصغیر ہند میں ہی بیچے جاتے تھے۔ یوں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ان دستکاریوں کے لین دین کے دوران بھی بے شمار الفاظ اُردو ہندی اور پنجابی سے کشمیری میں داخل ہوئے اور موجودہ صورتحال حال بھی کچھ ایسی ہی ہے ابھی بھی بہت سے الفاظ کشمیری زبان میں اپنی جگہ بنا رہے ہیں۔''[۲]

تجارتی اور تہذیبی تعلقات کے پیش نظر اُردو نے متذکرہ شعبہ ہائے زندگی کے تکنیکی و تجارتی الفاظ کو قبول کیا۔

باہر سے آنے والے جن لوگوں نے کشمیری زبان پر ہند آریائی اثرات مرتب کیے اُن میں سرفہرست سیاح ہیں۔ کشمیر قدیم زمانے سے مذہبی استھاپنوں اور زیارت گاہوں کی سرزمین ہے۔ یہاں کے استھاپنوں مثلاً امرناتھ، شیش ناگ، ملہ ناگ وغیرہ پر ہندوستان کے یاتری اشنان کرنے اور پوجا پاٹھ کرنے کے لیے آتے رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ کشمیر کی خوبصورتی اور صحت افزا مقامات کی بہتات کی وجہ سے سیاح پرانے زمانے سے کھنچے چلے آتے ہیں۔ چونکہ کشمیر ایک سیاحتی مرکز ہے اور اس وجہ سے یہاں بیرونی زبانوں کا چلن بھی عام ہے جن میں سے اکثریت ہندوستانی سیاحوں کی اور ان کی زبان کی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس طرح ہندوستان کی زبانوں کا داخلہ آہستہ روی کے ساتھ ہوا۔ سیاحوں کے علاوہ بیرونی افواج بھی اُردو ہندی کے کشمیر میں داخلہ کے لیے اہمیت رکھتی ہیں۔ ابوالفضل آئین اکبر میں رقم طراز ہیں:

> ''ریاست جموں و کشمیر مغل سلطنت کی قلمرو میں اکبر بادشاہ کے زمانے میں شامل ہوئی۔ مغل افواج نے کشمیر چھاونیاں قائم کیں اور مغل بادشاہ بہت سارے لوگوں کی معیت میں کشمیر آتے تھے۔ مغل بادشاہ گرمیوں میں کشمیر آتے تھے اور ان قافلوں میں دو لاکھ کے قریب افراد ہوتے تھے جن میں مختلف پیشوں اور فنون سے وابستہ لوگ شامل تھے۔''[۳]

جب مہاراجہ گلاب سنگھ نے اس ریاست کو ''بیعنامہ امرتسر'' کے تحت خریدا تو اس نے جموں کو سرمائی راجدھانی کا درجہ دیا جو کہ آج تک برقرار ہے۔ جموں میں ڈوگری زبان بولی جاتی ہے جو کہ پنجابی کی ایک شاخ ہے۔ گویا کہ ہند آریائی زبانوں کے ساتھ کشمیری کا واسطہ اب سرکاری سطح پر بھی تقریباً ڈیڑھ سو سال سے ہے۔ ظاہر ہے کہ اس طویل مدت میں جہاں ڈوگری نے کشمیری کے اثرات قبول کیے ہوں وہاں کشمیری بھی ڈوگری کے ذریعہ ہند آریائی کی رہین منت رہی جو کہ بالواسطہ اُردو کے ساتھ اس کا سلسلہ جوڑ دیتی ہے۔

یہ تھے وہ عوامل جو کہ اُردو کے کشمیری میں داخلہ کے لیے کارفرما ثابت ہوئے۔ انہی جغرافیائی سیاسی، تجارتی اور سیاحتی اسباب نے کشمیر میں اُردو کا راستہ ہموار کیا اور ایک لسانیاتی اتصال کی بنیاد فراہم کی۔ اس کے علاوہ کشمیریوں کی اکثریت یعنی مسلمانوں کی مذہبی زبان عربی ہے۔ اُردو میں عربی فارسی الفاظ کی کثیر تعداد سے مسلمانانِ کشمیر پہلے ہی واقف ہو چکے تھے۔ اس لیے اُردو میں تقریباً یہی الفاظ پا کر ان کو یہ زبان قبول کرنے میں دشواری پیش نہ آئی۔ مرزا خلیل بیگ تحریر کرتے ہیں: ''عربی فارسی الفاظ کی کثرت کے علاوہ اُردو میں مذہبی داستانوں اور شعری ادب کا اچھا خاصا سرمایہ موجود تھا جو کہ کشمیریوں کی دلچسپی کا باعث بنا۔''[۴]

اُردو کے ریاست میں ابتدائی چلن کے سلسلے میں مذہبی تحریکوں کا حصہ رہے۔ انیسویں صدی کے اواخر میں دلی میں وہابی تحریک کا غلغلہ تھا۔ یہ تحریک اپنے اصلاحی جوش میں تحریک آزادی کا سارا روپ اختیار کرنے لگی تھی اور اس کے حامیوں میں اُردو کے کچھ ادیب اور صحافی بھی پیش تھے۔ یہ تحریک پچھلی صدی کے اواخر میں کشمیر پہنچی اور اس کے ساتھ اس کا اُردو میں لکھا ہوا لٹریچر بھی عیسائی مبلغوں نے کشمیر کا رُخ کیا۔ احمدیت کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی اُردو میں مہارت رکھتے تھے اور ان کی کتابیں بھی کشمیر کے کچھ دانشوروں کے پاس پہنچ گئیں۔ مرزا صاحب کے پہلے خلیفہ مولوی نورالدین مہاراجہ رنبیر سنگھ کے ایک معتمد مشیر تھے اور ان کی وجہ سے اُردو کو کافی سہارا ملا اس کے

علاوہ آریا تحریک کے اثرات بھی اس زبان پر مسلسل مرتب ہوتے رہے۔ عبدالقادر سروری بیان کرتے ہیں کہ:

''سوامی دیا نند کی آریہ سماج تحریک بھی کشمیر میں اُردو کے ذریعے ہی پہنچی اور یہاں کے کشمیری پنڈتوں نے اس کی طرف خاص رغبت دکھائی۔'' ۵

مذہبی تحریکوں نے کشمیر میں اُردو کے آغاز کے لیے پہلے ہی سے ایک پس منظر تیار کیا تھا اور جب اُردو ریاست میں سرکاری زبان بن کر فاتحانہ شان سے داخل ہوئی تو کشمیریوں نے اسے بلا امتیاز مذہب وملت گلے سے لگایا۔ دراصل اُردو جبر واستبداد کے بل بوتے پر یا تلوار کے سائے میں نہیں آئی بلکہ عوام نے اس کی پذیرائی کی اور احکام اس کی اس کا حق منصب دینے پر مجبور ہوگئے۔ فارسی کے بحیثیت سرکاری زبان ہونے کے آخری زمانے میں بھی عام کشمیری فارسی کے بجائے اُردو ہی کو رابطہ کی زبان کے طور پر استعمال کرتے تھے۔

اُردو کشمیر میں تلوار اور تاج کے سائے میں نہیں آئی اور نہ ہی اس نے کبھی جبر واستبداد کے سہاروں کی طرف نظریں اٹھائیں۔ فارسی کے طویل غلبے کے تحت کشمیری زبان کا ایک ایسا مزاج تیار ہو گیا تھا جو اسے اُردو کے ساتھ مصافحہ کرنے کے لیے مکمل طور تیار کر گیا تھا۔ ہندوستان کے مرکز اقتدار سے تال میل اور خود کشمیری میں فارسی کے زوال اور اس کے مٹتے ہوئے رواج نے کشمیریوں کو اب اُردو سے روشناس کر دیا۔ ان کا ہند آنا جانا رہتا تھا اور جن مقامات (لاہور، دہلی، لکھنو، الہ آباد وغیرہ) پر ان کا زیادہ آنا جانا رہتا تھا وہاں جو زبان پنپ رہی تھی وہ یہی اُردو تھی جسے کسی دربار نے نہ پالا پوسا تھا بلکہ عوام کی ضروریات کے نتیجے میں عجمی اور ہندوستانی تہذیب کے وصال کے نتیجے میں منصۂ شہود پر آ گئی ہے۔ ۶ ہمارے نئے حکمران اگرچہ درباروں میں فارسی کا سوانگ رچاتے رہے لیکن انہیں عوام سے میل جول کے لیے اس نئی زبان کا استعمال کرنا پڑا۔ یوں تو کشمیر میں اُردو کا باقاعدہ آغاز ۱۹۶۰ء کے بعد ہوا لیکن کشمیر میں اُردو کے ابتدائی آثار مغلیہ سلطنت کے زمانے میں ہی دکھائی دیتے ہیں۔ ڈاکٹر منظر اعظمی فریڈک ڈیو کے تاثرات بیان کرتی ہیں کہ: ''بعض محققین نے یہ ثابت کیا ہے کہ سترہویں صدی کے نصف آخر اور اٹھارویں صدی کے ربع اول میں اُردو کشمیری زبان میں داخل ہوئی تھی۔'' ۷ جس طرح کشمیر کے عام لوگوں نے تجارت اور مزدوری کی وجہ سے بیرونِ کشمیر اُردو سے واقفیت حاصل کی اسی طرح یہاں کے شعراء اور ادباء نے بیرونِ ریاست اُردو شعر وادب میں لوہا منوالیا۔ اُردو شعراء کے تذکروں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ان میں سے اکثر کشمیر میں پیدا ہوئے اور بعد میں دہلی، لکھنو، الہٰ آباد وغیرہ چلے گئے۔ کچھ کے آباواجداد یہاں سے ہجرت کر کے چلے گئے تھے۔ ۸

کشمیریوں کی ایک کثیر تعداد یہاں سے ہجرت کر کے ہندوستان کے مختلف شہروں میں وہاں کی اُبھرتی زبان اُردو سے روشناس ہوئی تھی۔ ظاہر ہے کہ مہاجرین کے رشتہ دار وغیرہ کشمیر میں رہتے تھے اس طرح اُردو کی ترسیل کا عمل پندرہویں صدی سے ہی شروع ہو گیا تھا۔ پندرہویں صدی کے بعد یعنی زین العابدین بڈشاہ کی حکومت کے خاتمے کے وقت جب یہاں کے ملکی نظام کا شیرازہ بکھر گیا اور بہت سے لوگ پنجاب، اودھ، دلّی اور آگرہ میں جا بسے تو اُردو زبان میں بھی یہاں کے لوگوں کے جوہر کھلنے لگے۔ بقول حامدی کشمیری: ''مغلیہ تاجداروں کے زوال کے وقت اُردو ایک سلجھی

اور منجھی ہوئی ادبی زبان کا مرتبہ حاصل کر چکی تھی اور بہت سے کشمیری اپنی طبیعت کی جولانیاں دکھا رہے تھے۔''۹ ڈوگرہ عہد میں اُردو کی ترویج واشاعت اور فارسی کی جگہ اس کو سرکاری زبان بنایا گلیتاً جانشینی کا سوال نہ تھا بلکہ تہذیب کے اس مسلسل دھارے کا ایک اہم موڑ تھا جو کہ صدیوں سے کشمیر میں بہتا چلا آیا ہے۔ اُردو صرف بحیثیت زبان کشمیر میں داخل نہ ہوئی بلکہ اس نے اُردو کلچر کے اس بنیادی ڈھانچے کو بھی روشناس کرایا جس کے لیے فارسی تہذیب نے زمین تیار کی تھی۔

مہاراجہ گلاب سنگھ کے عہد میں گو کہ فارسی سرکاری زبان تھی لیکن اسی دور سے کشمیر میں اُردو کا باقاعدہ آغاز و ارتقاء شروع ہوتا ہے۔ اس عہد میں فارسی بلاشبہ شرفاء کی زبان تھی لیکن جس زبان کو عوامی پشت پناہی حاصل تھی وہ اُردو زبان تھی جو کہ عوامی سطح پر ایک نئی تہذیبی پیوندکاری میں مصروفِ عمل تھی۔ جموں آرکاویز میں بے شمار ایسے سرکاری اشتہارات اور دوسری تحریریں موجود ہیں جو کہ مہاراجہ گلاب سنگھ (۱۸۵۶ء۔۱۸۵۷ء) اور مہاراجہ رنبیر سنگھ (۱۸۵۷ء۔۱۸۸۵ء) کے زمانے میں عوام کی اطلاع کے لیے سرکاری دفاتر سے جاری ہوا کرتی تھیں اور جن کی زبان یہی اُردو تھی۔۱۰

ریاست میں اُردو کا عہدِ زریں مہاراجہ رنبیر سنگھ (۱۸۸۷ء تا ۱۸۸۵ء) شمار کیا جا سکتا ہے۔ اس عہد اور اس کے بعد یعنی انیسویں صدی کے اواخر تک کشمیر کے اور کشمیر سے باہر کے شعراء کی ایک طویل فہرست نظر آتی ہے۔ ان میں پنڈت ہرگوپال خستہ، صادق علی خان، مرزا مبارک بیگ، مرزا سعد الدین سعد، راجہ شیر علی خان، تارا چند ترسیل، کاشی ناتھ ترسیل خوشتر، منشی سراج الدین، خوشی محمد ناظر، قمر قمرازی، ڈاکٹر عماد الدین سوز، حبیب کیفوی، قیس شیروانی، اللہ رکھا ساغر، حمید اللہ نظامی، غلام حیدر چشتی وغیرہ شامل ہیں۔ مہاراجہ رنبیر سنگھ مغل دربار کے طرز پر اپنے دربار کی شان وشوکت کا خواہاں تھا۔ خاص طور پر اکبر کے طرز پر انہوں نے نورتن مقرر کیے تھے اور مولانا محمد حسین آزاد سے ''آئین اکبری'' کے طرز پر ''دربار رنبیری'' لکھنے کی فرمائش کی تھی۔ اسی طرح ان کے دربار میں مغلیہ انداز پر نقیب اُن کی آمد کا اعلان کرتا تھا۔ ان چیزوں سے اُردو کا ذوق پیدا ہونے لگا تھا۔ عبدالقادر سروری رقم طراز ہیں:

> ''ہر چند کہ گلاب سنگھ کے عہد میں اُردو درسگاہوں کی موجوگی کا سُراغ ملتا ہے لیکن رنبیر سنگھ کے عہد میں اُردو مکتب اور پاٹھ شالے باضابطہ طور پر قائم ہو گئے تھے کیونکہ رنبیر سنگھ کے عہد میں بہت سے علمی گھرانے پنجاب اور ہندوستان کے دوسرے حصوں سے آ کر ریاست میں آباد ہوئے اور دربار سے وابستہ ہو گئے۔ وہ ریاست میں ظاہر ہے اپنا ماضی الضمیر ڈوگری یا کشمیری زبان میں بیان نہیں کر سکتے تھے۔ بلکہ اپنی مادری زبان اُردو یا پنجابی میں گفتگو کرتے ہوں گے۔''۱۱

ایمن آباد کے دیوان خاندان بھی ریاست پر چھا چکے تھے جس کے افراد حکومت کے اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے اور بڑے علم دوست تھے۔ ان کے حاشیہ نشین بڑے علم وفضل کے مالک تھے۔ چنانچہ جلد ہی شہر میں مکتب اور پاٹھ شالے کھولے گئے۔ جہاں پنجاب کے مکتبوں کے طرز پر فارسی اور اُردو کا نصاب جاری ہوا۔ جہاں سرکاری حکم سے بچوں کو تعلیم دلوانے کا سلسلہ شروع ہوا۔ ریاست کی تحریک آزادی کے خدوخال بھی اسی زبان (اُردو) کے مرہونِ منت رہے ہیں کشمیریوں کے لیے یہ بھول جانا ممکن ہی نہیں کہ ان کی آزادی کی تحریک میں اس زبان کا ایک زبردست کردار رہا ہے۔ جس سے انکار احسان ناشناسی ہوگا۔

## حواشی:

۱۔ نذیر آزاد، کشمیری پر اُردو کے اثرات،(دہلی،۲۰۱۲ء)،ص ۲۷
۲۔ ایضاً،ص ۷۵
۳۔ ابوالفضل، آئین اکبری،(دہلی،س۔ن)،ص ۴۹
۴۔ مرزا خلیل بیگ،ڈاکٹر،اُردو کی لسانی تشکیل،(دہلی،۱۹۷۲ء)ص ۳۶
۵۔ عبدالقادرسروری، پروفیسر، کشمیر میں اُردو،(سرینگر،۱۹۶۷ء)ص ۶۶
۶۔ محمد یوسف ٹینگ، کشمیری زبان اور اُردو،مشمولہ،ہمارا ادب،(سرینگر،۱۹۶۷ء)ص ۵۵
۷۔ فریڈرک ڈریو،دی جموں اینڈ کشمیر ٹرٹریز بحوالہ ڈاکٹر منظر اعظمی،(جموں وکشمیر میں اُردو ادب کی تاریخ،مشمولہ ماہنامہ تعمیر،سرینگر،۱۹۸۳ء)ص ۱۱
۸۔ پنڈت جگموہن ناتھ دینہ شوق،(بہارگلشن کشمیر،الہ آباد،۱۹۳۱ء)ص ۲۹۲
۹۔ حامدی کاشمیری،ڈاکٹر، کشمیر میں اُردو کا اُبھرتا مرکز،مشمولہ دوماہی شیرازہ،(سرینگر،۱۹۶۲ء)ص ۲۷
۱۰۔ ظہورالدین،جموں میں اردو زبان و ادب کا ارتقاء،مشمولہ رسالہ تعمیر،(سرینگر،۱۹۸۳ء)ص ۲۴
۱۱۔ عبدالقادرسروری، پروفیسر، کشمیر میں اردو،(سرینگر،۱۹۶۷ء)ص ۸۴

## مآخذ:


۱۔ ابوالفضل، آئین اکبری،دہلی،س۔ن۔
۲۔ پنڈت جگموہن ناتھ دینہ شوق، بہارگلشن کشمیر،الہ آباد،۱۹۳۱ء۔
۳۔ حامدی کاشمیری،ڈاکٹر، کشمیر میں اُردو کا اُبھرتا مرکز،مشمولہ دوماہی شیرازہ،سرینگر،۱۹۶۲ء۔
۴۔ ظہورالدین،جموں میں اردو زبان و ادب کا ارتقاء،مشمولہ رسالہ تعمیر،سرینگر،۱۹۸۳ء۔
۵۔ عبدالقادرسروری، پروفیسر، کشمیر میں اُردو،سرینگر،۱۹۶۷ء۔
۶۔ محمد یوسف ٹینگ، کشمیری زبان اور اُردو،مشمولہ،ہمارا ادب،سرینگر،۱۹۶۷ء۔
۷۔ مرزا خلیل بیگ،ڈاکٹر،اُردو کی لسانی تشکیل،دہلی،۱۹۷۲ء۔
۸۔ نذیر آزاد، کشمیری پر اُردو کے اثرات،دہلی،۲۰۱۲ء۔


☆☆☆